سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے

صحابہ رض

طالب الہاشمی

حضرت ابو العاص بن ربیعؓ

①

سیدنا حضرت ابو العاص بن ربیعؓ قریش کے ان تین خوش بخت فرزندوں میں سے ایک ہیں جنھیں فخرِ موجودات سرورِ کائنات رحمتِ دو عالم ﷺ کے خویش بننے کا عظیم شرف حاصل ہوا۔ دوسرے دو حضرت عثمان ذوالنورینؓ اور حضرت علی مرتضیٰؓ ہیں۔ حضرت ابو العاصؓ کا نام باختلافِ روایت لقیط، مہشم یا ہشم تھا لیکن انھوں نے اپنی کنیت ابو العاص ہی سے شہرت پائی۔ ان کا تعلق قریش کے نہایت معزز خاندان بنوعبدِ شمس سے تھا۔ سلسلۂ نسب یہ ہے:

ابو العاصؓ بن ربیع بن عبد العزیٰ بن عبدِ شمس بن عبدِ مناف بن قصی۔

عبدِ مناف پر ان کا سلسلۂ نسب سرورِ عالم ﷺ کے نسب نامہ سے مل جاتا ہے۔

والدہ کا نام ہالہ بنتِ خویلدؓ تھا جو اسلام کی خاتونِ اوّل اُمّ المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی حقیقی بہن تھیں۔ جمہور اہلِ سِیَر کا بیان ہے کہ وہ شرفِ اسلام وصحابیت سے بہرہ ور ہوئیں اور حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی وفات کے بعد تک زندہ رہیں۔

حافظ ابنِ عبد البرؒ نے ''الاستیعاب'' میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ وہ سرورِ عالم ﷺ سے ملنے کے لیے مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ گئیں۔ آستانۂ رسالت پر پہنچ کر انھوں نے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ ان کی آواز حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی آواز سے بہت ملتی تھی۔ حضورؐ کے سمعِ مبارک تک آواز پہنچی تو آپؐ کو حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ یاد آ گئیں اور آپؐ نے اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے فرمایا: ''(خدیجہؓ کی بہن) ہالہ ہوں گی۔'' وہ اندر آئیں تو حضورؐ نے ان کی بے حد تعظیم وتکریم کی۔

اُمّ المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ اپنے بھانجے ابو العاصؓ سے بہت محبت کرتی تھیں اور ان کو اپنا فرزند سمجھتی تھیں۔ ابو العاصؓ عنفوانِ شباب ہی میں تجارت میں مشغول ہو گئے تھے اور اپنی سمجھ بوجھ اور خوش معاملگی کی بہ دولت بڑے وسیع کاروبار کے مالک ہو گئے تھے۔ اس طرح ان کا شمار قریش کے صاحبِ ثروت لوگوں میں ہوتا تھا۔ ان کی دیانت اور حسنِ معاملہ پر لوگوں کو اس قدر اعتماد تھا کہ وہ ان کے پاس اپنی امانتیں رکھا کرتے تھے۔ بہ قول ابنِ اثیرؒ وہ بھی سرورِ عالم ﷺ کی طرح ''الامین'' کے لقب سے مشہور ہو گئے تھے۔

حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ کا بیان ہے کہ حضرت ابو العاصؓ ''امین'' ہونے کے علاوہ بڑے دلیر اور بہادر بھی تھے۔ اہلِ عرب نے ان کی شجاعت کے اعتراف میں انھیں ''جرد البطحا'' (شیرِ حجاز) کا لقب دے رکھا تھا۔ بعثت سے کچھ عرصہ پہلے سرورِ عالم ﷺ نے اپنی بڑی صاحب زادی حضرت زینبؓ کا نکاح حضرت ابو العاصؓ سے کر دیا۔ اس رشتہ کا محرک جہاں ابو العاصؓ کے اخلاقِ حمیدہ تھے وہاں حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی خواہش اور اصرار بھی تھا۔ اہلِ سِیَر نے یہ تصریح نہیں کی کہ نکاح کے وقت حضرت زینبؓ کی عمر کیا تھی لیکن بہر صورت وہ کم سن تھیں۔ اس لیے قیاس یہ ہے کہ پہلے ان کا حضرت ابو العاصؓ سے نکاح ہوا ہو گا اور رخصتی چند سال بعد ہوئی ہو گی۔

سرورِ عالم ﷺ نے بعثت کے بعد دعوتِ حق کا آغاز فرمایا تو اُمّ المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے ساتھ حضرت زینبؓ بھی مشرف بہ اسلام ہو گئیں لیکن حضرت ابو العاصؓ بعض موانع اور مصالح کی بنا پر اپنے آبائی مذہب پر قائم رہے تاہم انھوں نے دینِ حق یا ذاتِ رسالت مآب ﷺ کے خلاف کسی سرگرمی میں کبھی کوئی حصہ نہیں لیا۔ ابنِ ہشامؒ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ قریش کے چند لوگوں نے حضرت ابو العاصؓ کو مجبور کیا کہ وہ حضرت زینبؓ کو طلاق دے دیں اور قریش کی کسی دوسری لڑکی سے نکاح کر لیں لیکن انھوں نے ایسا کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ یہی سبب تھا کہ حضورؐ ان کے قبولِ اسلام سے پہلے بھی ان کا تذکرہ ہمیشہ بھلائی ہی کے ساتھ کیا کرتے تھے۔

۷ بعدِ بعثت میں مشرکینِ قریش نے سرورِ عالم ﷺ اور آپؐ کے حامی ہاشمیوں اور مطلّبیوں کو شِعبِ ابی طالب میں محصور کر دیا اور کھانے پینے کی کوئی بھی چیز شِعب کے اندر لے جانے کی ممانعت کر دی۔ یہ ہول ناک مقاطعہ پورے تین برس تک جاری رہا۔ اس دوران میں

مشرکین کی پابندیوں اور روک ٹوک کے باوجود حضرت ابوالعاصؓ جان پر کھیل کر کھانے پینے کی کچھ چیزیں کبھی کبھی شعب کے اندر پہنچا دیا کرتے تھے۔ بہ قول مرزا محمد تقی صاحبِ ''ناسخ التواریخ'' حضورؐ نے ان کی اس خدمت کا اعتراف ان الفاظ میں فرمایا:

''ابوالعاص نے ہماری دامادی کا حق ادا کر دیا۔''

(۲)

نبوّت کے تیرہویں سال سرورِ عالم ﷺ نے مکہ معظّمہ سے ہجرت فرمائی تو حضرت زینبؓ اپنے سسرال میں تھیں۔ حضرت ابوالعاصؓ اپنے آبائی مذہب پر ہونے کے باوجود ان سے نہایت اچھا برتاؤ کرتے تھے۔ ۲ ہجری میں مشرکینِ مکہ غزوۂ بدر کے لیے روانہ ہوئے تو حضرت ابوالعاصؓ کو بھی ساتھ لیتے گئے۔ حالات ہی کچھ ایسے تھے کہ کوئی صحت مند شخص لڑائی کو پسند نہ کرنے کے باوجود پیچھے نہیں رہ سکتا تھا کیوں کہ اس صورت میں مشرکین اس کو بزدلی کا طعنہ دیتے تھے اور کسی قرشی کے لیے یہ طعنہ بڑے ننگ کی بات تھی۔ میدانِ بدر میں قریش کو شکست ہوئی تو حضرت ابوالعاصؓ ایک انصاری جاں باز حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کے ہاتھ اسیر ہو گئے۔ ان کے ساتھ دوسرے بہت سے مشرکین کو بھی مسلمانوں نے گرفتار کر لیا۔

اہلِ مکہ نے یہ خبر سنی تو قیدیوں کے قرابت داروں نے سرورِ عالم ﷺ کی خدمت میں اپنے عزیزوں کی رہائی کے لیے زرِ فدیہ بھیجا۔ حضرت زینبؓ نے بھی اپنے دیور عمرو بن ربیع کے ہاتھ یمنی عقیق کا ایک ہار حضرت ابوالعاصؓ کی رہائی کے لیے بھیجا۔ یہ ہار حضرت زینبؓ کو ان کی مرحومہ والدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے شادی کے وقت تحفہ میں دیا تھا۔ جب حضورؐ کی خدمتِ اقدس میں یہ ہار پیش کیا گیا تو آپؐ کو حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ یاد آ گئیں اور آپؐ اشک بار ہو گئے۔ حضورؐ نے صحابۂ کرامؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''اگر مناسب سمجھو تو یہ ہار! زینبؓ کو واپس بھیج دو۔ یہ اس کی ماں کی نشانی ہے۔
ابوالعاص کا فدیہ یہ ہے کہ وہ مکہ جا کر زینبؓ کو مدینہ بھیج دیں۔''

تمام صحابۂ کرامؓ نے ارشادِ نبوی کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا۔ حضرت ابوالعاصؓ نے بھی یہ شرط قبول کر لی۔ وہ رہا ہو کر مکہ پہنچے اور وعدہ کے مطابق حضرت زینبؓ کو اپنے چھوٹے بھائی کنانہ بن ربیع کے ساتھ مدینہ منوّرہ کی جانب روانہ کر دیا۔ مشرکینِ قریش کو جب یہ اطلاع ملی کہ

حضرت زینبؓ مدینہ جا رہی ہیں تو انھوں نے کنانہ بن ربیع اور حضرت زینبؓ کا تعاقب کیا اور مقام ''ذی طویٰ'' میں انھیں جا گھیرا۔ حضرت زینبؓ اونٹ پر سوار تھیں۔ ایک مشرک ہبار بن اسود نے حضرت زینبؓ کو اپنے نیزے سے زمین پر گرا دیا۔ (یا اونٹ کا منہ پھیرنے کے لیے اپنا نیزہ گھمایا، اونٹ تیزی سے پیچھے مڑا تو حضرت زینبؓ گر پڑیں) وہ حاملہ تھیں سخت چوٹ آئی اور حمل ساقط ہو گیا۔ کنانہ بن ربیع غضب ناک ہو گئے۔ ترکش سے تیر نکالے اور للکار کر کہا، ''خبردار اب تم میں سے کوئی آگے بڑھا تو اسے چھلنی کر دوں گا۔'' کفار رُک گئے۔ ابوسفیان نے کنانہ سے مخاطب ہو کر کہا، ''بھتیجے اپنے تیر روک لو میں تم سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔''

کنانہ نے پوچھا، ''کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟''

ابوسفیان نے ان کے کان میں کہا ''محمدؐ کے ہاتھوں ہمیں جس ذلّت اور رسوائی سے دو چار ہونا پڑا ہے تمھیں اس کا علم ہے اگر تم اس کی بیٹی کو اس طرح علانیہ ہمارے سامنے لے جاؤ گے تو ہماری بڑی بے عزتی ہو گی۔ بہتر یہ ہے کہ تم اس وقت زینب کے ہم راہ مکہ واپس آ جاؤ اور پھر کسی وقت پوشیدہ طور پر زینب کو لے جاؤ۔'' کنانہ نے یہ بات مان لی اور حضرت زینبؓ کو ساتھ لے کر مکہ واپس آ گئے۔ چند دن بعد وہ رات کو چپکے سے حضرت زینبؓ کو ساتھ لے کر مکہ سے نکل آئے اور انھیں مدینہ منوّرہ پہنچا دیا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضورؐ نے حضرت ابوالعاصؓ کے ساتھ حضرت زید بن حارثہؓ کو بھیجا تھا کہ وہ حضرت زینبؓ کو اپنے ہم راہ مدینہ لے آئیں۔ حضرت زیدؓ ''بطن یاجج'' کے مقام پر ٹھہر گئے تھے۔ کنانہ حضرت زینبؓ کو اس مقام تک پہنچا کر مکہ واپس چلے گئے اور وہاں سے حضرت زیدؓ حضرت زینبؓ کو اپنے ہم راہ مدینہ لے گئے۔

حضرت زینبؓ کے جانے کے بعد قریش کا ایک وفد حضرت ابوالعاصؓ کے پاس گیا اور ان سے خواہش کی کہ تم زینبؓ کو طلاق دے دو اس کے بدلے میں قریش کی جس عورت کو تم پسند کرو گے ہم اس کے ساتھ تمھاری شادی کر دیں گے۔ حضرت ابوالعاصؓ نے جواب دیا:

> ''خدا کی قسم۔ میں زینب کو ہرگز نہیں چھوڑ سکتا۔ قریش کی کوئی اور عورت اس کی برابری نہیں کر سکتی۔''

اس پر قریش کا وفد اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔

(۳)

حضرت ابوالعاصؓ کو حضرت زینبؓ سے بہت محبت تھی۔ ان کے مدینہ منوّرہ چلے جانے

کے بعد وہ بہت بے چین رہنے لگے۔ ایک دفعہ جب وہ شام کی طرف سفر کر رہے تھے تو بڑی پُر درد آواز میں یہ شعر پڑھ رہے تھے:

ذکرت زینب لما درکت ارما
فقلت سقیاً لشخص یسکن الحرما
بنت الامین جزاھا اللہ صالحہ
و کل بعلٍ یثنی ما الّذی علما

''جب میں ارم کے مقام سے گزرا تو زینب کو یاد کیا اور کہا کہ خدا اس شخص کو شاداب رکھے جو حرم میں مقیم ہے
امینؐ کی بیٹی کو خدا جزائے خیر دے۔
اور ہر خاوند اسی بات کی تعریف کرتا ہے جس کو وہ خوب جانتا ہے۔''

۶ ہجری میں حضرت ابو العاصؓ ایک تجارتی قافلے کے ہم راہ شام جا رہے تھے کہ عیص کے مقام پر مجاہدینِ اسلام کی ایک جماعت نے قافلے پر چھاپہ مارا اور تمام مال و اسباب پر قبضہ کرلیا۔

مسلمانوں کے لوٹنے کے بعد حضرت ابو العاصؓ بھی سیدھے مدینہ منوّرہ پہنچے اور حضرت زینبؓ کے پاس جا کر پناہ طلب کی۔ انھوں نے بلا تامّل ان کو اپنی پناہ میں لے لیا۔ صبح کو جب مسلمان نماز پڑھنے کے لیے مسجدِ نبوی میں آئے تو حضرت زینبؓ نے بآوازِ بلند کہا: ''انی قد اجرت ابا العاص بن الربیع''

''مسلمانو! میں نے ابوالعاص بن ربیع کو اپنی پناہ میں لے لیا ہے۔''

حضورؐ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: ''لوگو تم نے کچھ سنا؟''

سب نے عرض کیا: ''ہاں یا رسول اللہ''

حضورؐ نے فرمایا: ''خدا کی قسم اس سے پہلے مجھے اس واقعہ کی کوئی اطلاع نہ تھی اور پناہ دینے کا حق تو ہر ادنیٰ مسلمان کو بھی حاصل ہے۔''

اس کے بعد حضورؐ گھر تشریف لائے تو حضرت زینبؓ نے سفارش کی کہ ابوالعاصؓ کا مال انھیں واپس کر دیا جائے۔

چوں کہ حضرت ابو العاصؓ نے حضرت زینبؓ سے مکہ میں بہت اچھا سلوک کیا تھا اس لیے حضورؐ ان کا لحاظ کرتے تھے۔ آپؐ نے صحابۂ کرامؓ سے فرمایا:

''تم میرے اور ابو العاص کے رشتہ سے واقف ہو اگر تم اس کا مال واپس کر دو گے تو یہ تمھارا احسان ہوگا اور میری خوشی کا باعث ہوگا۔ اگر نہ کرو گے تو یہ خدا کا عطیہ اور تمھارا حق ہے۔ مجھ کو اس پر کوئی اعتراض یا اصرار نہیں ہے۔''

صحابۂ کرامؓ کو تو ہر وقت خوش نودیِ رسولؐ مطلوب تھی فوراً تمام مال و اسباب حضرت ابو العاصؓ کو واپس کر دیا۔ وہ اسے لے کر مکہ پہنچے اور تمام لوگوں کی امانتیں واپس کر دیں۔ پھر اہلِ مکہ سے مخاطب ہو کر کہا:

''اے اہلِ قریش اب میرے ذمّہ کسی کی کوئی امانت یا مال تو نہیں ہے؟''

تمام اہلِ مکہ نے یک زبان ہو کر کہا: ''بالکل نہیں، خدا تمھارا بھلا کرے تم ایک نیک نہاد اور باوفا شخص ہو۔''

حضرت ابو العاصؓ نے ان کا جواب سن کر کہا:

''تو سن لو کہ میں مسلمان ہوتا ہوں، خدا کی قسم اسلام قبول کرنے میں مجھے صرف یہ امر مانع تھا کہ تم مجھے خائن نہ سمجھو۔''

یہ کہہ کر کلمۂ شہادت پڑھا اور اس کے بعد مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آ گئے۔ یہ محرم ۷ ہجری کا واقعہ ہے۔

مدینہ پہنچ کر حضرت ابو العاصؓ بارگاہِ رسالتؐ میں حاضر ہوئے اور باقاعدہ مشرف بہ ایمان ہو گئے۔

حضرت ابو العاصؓ کے قبولِ اسلام کے بعد حضورؐ نے حضرت زینبؓ کے ساتھ ان کے نکاح کی تجدید فرمائی یا نہیں؟ اس کے بارے میں دو روایتیں ہیں۔ ایک یہ کہ تجدید نہیں فرمائی اور حضرت زینبؓ کو بعقدِ اوّل ان کی طرف رجوع کر دیا۔ دوسری یہ کہ حضرت زینبؓ اور حضرت ابو العاصؓ میں شرک کی وجہ سے تفریق ہو گئی تھی اس لیے حضورؐ نے حضرت ابو العاصؓ کے قبولِ اسلام کے بعد حضرت زینبؓ کو پہلے حقِ مہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کر کے حضرت ابو العاصؓ کے گھر بھیجا۔

(۴)

حضرت ابو العاصؓ مکہ میں بڑا وسیع تجارتی کاروبار چھوڑ آئے تھے اور ان کے حسنِ معاملہ اور دیانت و امانت کی وجہ سے مشرکین کو ان کے مسلمان ہونے کے باوجود مکہ میں رہنے پر کوئی

اعتراض نہیں تھا۔ چناں چہ وہ حضورؐ سے اجازت لے کر پھر مکہ آ گئے اور حسبِ سابق اپنے کاروبار میں مشغول ہو گئے۔ مکہ میں قیام کی وجہ سے انھیں غزوات میں شریک ہونے کا موقع نہ مل سکا۔

حافظ ابنِ حجرؒ کے بیان کے مطابق وہ صرف ایک سریّہ میں شریک ہوئے جو حضورؐ نے ۱۰ ہجری میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی سرکردگی میں یمن بھیجا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت علیؓ نے یمن سے مراجعت کرتے وقت حضرت ابوالعاصؓ کو یمن کا عامل بنا دیا تھا۔

حضرت ابوالعاصؓ کی اہلیہ حضرت زینب بنتِ رسول اللہؐ ۸ ہجری میں وفات پا گئیں۔ حضرت ابوالعاصؓ کو ان کی وفات سے بے حد صدمہ پہنچا لیکن انھوں نے صبر واستقامت سے کام لیا اور بچوں کی غور پرداخت میں مصروف رہنے لگے۔ حضرت زینبؓ سے وفاداری کا حق انھوں نے یوں ادا کیا کہ ان کے بعد کسی دوسری عورت سے نکاح نہیں کیا۔

حافظ ابنِ عبد البرؒ نے ''الاستیعاب'' میں لکھا ہے کہ حضرت ابوالعاصؓ نے ذی الحجہ ۱۲ ہجری میں وفات پائی لیکن تاریخ ابنِ مندہ والاکمال میں ہے کہ حضرت ابوالعاصؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دورِ خلافت میں فتنۂ ردّہ کے استیصال میں بھرپور حصہ لیا اور مسیلمہ کذّاب کے خلاف یمامہ کی لڑائی میں مردانہ وار لڑتے ہوئے جامِ شہادت پیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حضرت زینبؓ کے بطن سے حضرت ابوالعاصؓ کی دو اولادیں ہوئیں۔ ایک فرزند علیؓ اور ایک صاحب زادی اُمامہؓ۔

حضرت علی بن ابوالعاصؓ سرورِ عالم ﷺ کے سب سے بڑے نواسے تھے اور آپؐ کو بے حد محبوب تھے۔ ان کے بارے میں تین مختلف روایتیں ہیں۔

پہلی روایت یہ ہے کہ وہ صغرسنی میں وفات پا گئے۔

(رحمۃ للعالمین جلد دوم۔ قاضی سلمان منصور پوری)
(سیر الصحابہ حصہ ہفتم۔ شاہ معین الدین احمد ندوی)

دوسری روایت یہ ہے کہ انھوں نے رضاعت کے دو سال قبیلہ بنی غاضرہ میں گزارے۔ حضورؐ نے ایّامِ رضاعت کے بعد ان کو مدینہ منوّرہ منگوالیا اور خود ان کی پرورش وتربیت فرمائی۔ آپؐ نے حضرت زینبؓ اور حضرت ابوالعاصؓ سے یہ بچہ مانگ لیا تھا۔ فتح مکہ کے موقع پر یہی علیؓ سبطِ رسول سرورِ عالم ﷺ کی اونٹنی پر آپؐ کے ردیف تھے۔ اس وقت ان کی عمر چودہ پندرہ برس کی تھی۔ (''الاصابہ''۔ لابن حجر عسقلانیؒ) انھوں نے سنِ بلوغ کے عنفوان میں اپنے والد حضرت ابوالعاصؓ کی زندگی میں وفات پائی۔ (الاستیعاب۔ لابنِ عبد البرؒ)

تیسری روایت یہ ہے کہ انھوں نے جنگِ یرموک (۱۵ ہجری) میں جامِ شہادت پیا۔
(تاریخ ابنِ عساکرؒ)

حضرت اُمامہ بنتِ ابوالعاصؓ طویل عرصے تک زندہ رہیں۔ حضورؐ کو ان سے بڑی محبت تھی۔ ایک دفعہ نجاشی (شاہِ حبشہ) نے ایک انگوٹھی حضورؐ کی خدمت میں بہ طور تحفہ بھیجی۔ آپؐ نے فرمایا:

''یہ انگوٹھی میں اس کو دوں گا جو مجھے سب سے بڑھ کر محبوب ہے۔'' (اَحَبُّ اَھْلِیُ اِلَیَّ)

سننے والوں کا خیال تھا کہ آپؐ یہ انگوٹھی حضرت عائشہ صدیقہؓ کو دیں گے لیکن آپؐ کی مراد بڑوں کی بجائے بچوں سے تھی۔ چناں چہ آپؐ نے حضرت امامہؓ کو بلایا اور یہ انگوٹھی انھیں پہنا دی۔ بعض روایتوں میں انگوٹھی کے بہ جائے زرّیں ہار کا ذکر ہے جو کسی نے ہدیۃً بھیجا تھا۔ حضورؐ نے حضرت امامہؓ کو بلا کر یہ ہار ان کے گلے میں ڈال دیا۔

صحیح بخاری میں ہے کہ حضور علیہ کی حضرت اُمامہؓ سے محبت کی یہ کیفیت تھی کہ آپؐ انھیں بعض اوقات اپنے ساتھ مسجد میں لے جاتے تھے۔ ایک دن آپؐ اس حالت میں مسجد میں پہنچے کہ حضرت اُمامہؓ دوشِ مبارک پر سوار تھیں۔ آپؐ نے اسی حالت میں نماز پڑھنی شروع کر دی۔ جب رکوع اور سجدے میں جاتے تو ننھی اُمامہؓ کو آہستہ سے اتار دیتے۔ جب کھڑے ہوتے تو پھر دوشِ مبارک پر بٹھا لیتے۔ اسی طرح پوری نماز ادا فرمائی۔

حضرت زینبؓ نے ۸ ہجری میں وفات پائی تو حضرت اُمامہؓ شفیق نانا کی سرپرستی اور نگرانی میں آ گئیں۔ حضورؐ کے وصال کے بعد والدِ گرامی حضرت ابوالعاصؓ ان کے نگراں بنے۔ انھوں نے اپنی وفات (شہادت) سے پہلے حضرت اُمامہؓ کو حضرت زبیر بن العوامؓ (اپنے ماموں زاد بھائی) کی سرپرستی میں دے دیا۔ حضرت فاطمہ الزہراؓ کی وفات کے بعد ان کی وصیت کے مطابق اور حضرت زبیرؓ کے ایما پر حضرت علیؓ نے حضرت اُمامہؓ سے نکاح کر لیا۔ ۴۰ ہجری میں حضرت علیؓ نے شہادت پائی تو وہ مغیرہ بن نوفلؓ (بن حارث بن عبدالمطلب) کے عقدِ نکاح میں آئیں اور ان کی زندگی ہی میں وفات پائی۔ بعض روایات کے مطابق حضرت اُمامہؓ کے کوئی اولاد نہیں ہوئی اور بہ قولِ بعض، مغیرہ کی صلب سے ان کا ایک لڑکا یحییٰ پیدا ہوا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ